

زیادتی قیمت بہ پردہٴ بیع مؤجل

از مفتی سید سیاح الدین کاکا خیل

مش عاً بیع مؤجل کی حقیقت یہ ہے کہ بوقتِ بیع بائع و مشتری باہمی رضا مندی سے یہ طے کریں کہ تسلیمِ بیع اگرچہ فی الحال ہوگی، لیکن مشتری ادائے ثمن میعاد مقررہ پر کرے گا۔ اس کی تعریف میں یہ لازمی شرط نہیں کہ وہ ثمن اُس وقت کی رائج الوقت قیمت سے ضرور زائد ہو۔ اور مباحہ کی حقیقت یہ ہے کہ بائع مشتری کے سامنے تصریح کر کے واضح کر دیتا ہے کہ یہ چیز میں نے خود اتنے ثمن کے بدلے خریدی ہے یا مجھے اتنے میں پڑتی ہے اور میں اتنا متعین نفع لے کر آپ کو فروخت کر رہا ہوں۔ مشتری اس کے صدقِ مقال پر اعتماد کر کے اُس قدر نفع دینے پر راضی ہو جاتا ہے۔ اس کی تعریف میں یہ لازمی شرط نہیں کہ چونکہ وہ ادھار دے رہا ہے اس لیے وہ متعین منافع لگا رہا ہے۔ اب یہی صورت کہ عام طور پر بازار میں کسی چیز کی رائج الوقت قیمت مثلاً ایک سو روپیہ ہے اور اگر مشتری کے پاس نقد رقم موجود ہو تو وہ سو روپے نقد دے کر ہر کسی سے وہ چیز خرید سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کے پاس نقد رقم نہیں ہے۔ اگر کسی بانک وہ نقد رقم قرض مانگ لے تو وہ سو روپیہ پر دس فیصد سالانہ سود لگا رہا ہے۔ اس کے بجائے وہ ایک

سہ عموماً اس صورت میں ثمن اس وقت کی بازاری قیمت سے کم یا برابر ہوتا ہے، زائد نہیں ہوتا۔

تھ اور اس نفع لگانے سے وہ بازاری قیمت سے بڑھ رہا ہے۔

تاجر سے وہی چیز ادھار خریدنا چاہتا ہے۔ تاجر کہتا ہے کہ نقد قیمت دیتے ہو تو یہ چیز سو روپے کی ہے خرید لو۔ اور اگر ثمن سال بھر کے بعد دو گئے تو پھر میں ایک سو دس روپے پر فروخت کرتا ہوں۔ تو یہ "بیع مؤجل بشمن زائد عن القيمة الرابعہ للآجل" ہے۔ زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح میعاد پر فروخت کرنے کی وجہ سے بازاری رائج الوقت قیمت پر کچھ اضافہ کر کے چیز فروخت کرنا شرعاً اس بائع کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ آج کل صرف اسی صورت کو بیع مؤجل کا نام دیا گیا ہے اور اس کی ترویج مقصود ہے۔

یہ تو واضح ہے کہ فقہاء کرام اور مفسرین نے ربوا کی جو تعریف کی ہے اس کی رو سے یہ صورت عین ربوا تو نہیں اس لیے ربوا حقیقی کی طرح اس کو حرام قطعی نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ربوا کے بجائے اس صورت کو عموماً اس ذہنیت کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے جو سود خواروں کی ذہنیت ہے اور یہ ایک حیلہ ہے جس کو اختیار کر کے بیع کے نام سے اس مشتری کا استحصال کیا جا رہا ہے جو نقد رقم کا حق میں نہ ہونے کی وجہ سے یک گونہ مجبور ہے کہ وہ قیمت رائج الوقت سے زائد قیمت ادا کرے تو یقیناً یہ کہنا سجا ہے کہ یہ مزاحج شریعت کے خلاف ہے اور اس کو اگر حرام نہ کہا جائے تو کم از کم وہ تو ضرور ہے۔ اور اگر کاروبار میں اس کو مستقل طور پر جائز قرار دے کر منڈیوں، بازاروں اور کارخانوں میں اس کو جاری کر دیا جائے تو ربوا کے جو مفساد ہیں اور ربوا کی وجہ سے معاشرہ میں جس قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو استحصال ہوتا ہے اور جو معاشی توازن غیر فطری طور پر بگڑ جاتا ہے وہ ساری باتیں اس صورت میں بھی وقوع پذیر ہوں گی۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ربوا حقیقی سے بچنے کے لیے "سد الذرایع" کے طور پر شریعت نے بہت سی ایسی صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے جس سے سود خوارانہ ذہنیت کی تربیت ہوتی ہے اور طبیعتوں میں نفع اندوزی اور مادہ پرستی کا جذبہ غلط طریقوں سے بڑھ جاتا ہے۔ احادیث میں ربوا الفضل کی حرمت اسی بنا پر ہے۔ اسی بنا پر تیار شدہ زیور اور سونے کے ٹکڑوں میں تباولے

لے یعنی محض اس لیے بازاری قیمت سے زیادہ دے رہا ہے اور وہ لے رہا ہے کہ اس کے پاس فی الحال نقد رقم نہیں ہے تو یہ قیمت میں اضافہ محض میعاد کی وجہ سے ہے۔ اور یہ خریداری مجبورانہ ہے۔

کے وقت مساوات ضروری قرار دی گئی ہے اور ایک طرف سے زبرد کی صناعیت کی بنیاد پر دوسری طرف سے سونے کی کمی کو گوارا نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح جیدہ اور بیہا کا ارشاد گرامی، جید و ردی جنس واحد کے تبادلے کی صورت میں ان کی مساوات کو ضروری قرار دیتا ہے اور جو مدت کا اعتبار کیے بغیر ردی کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تبادلہ لازمی ٹھہرتا ہے۔ جیسا کہ عام طور پر فقہاء لکھتے ہیں کہ یہ زیادتی حکمی ربوہ ہے۔ اور سائاً للذریعہ کے طور پر اس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ احادیث میں بیع بعینہ کو اور "شراء ما باع یا قتل و تما باع قبل نقد ۲ لثمن" کو ممنوع اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ طریقے وہ ہیں جو ربوہ کے بجائے بشور حیلہ کے اختیار کیے جاتے ہیں۔ محاذ و مزابنہ کو بھی اس لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ احتمال ہے کہ ایک جنس میں دوسری کے مقابلے میں زیادتی ہو جائے۔ مساوات جو ضروری ہے اس کا احتمال ایک ہے اور کمی بیشی کے دو احتمال ہیں۔ اکتناز و احتکار بھی شرعاً اسی لیے ممنوع اور موجب لعنت ہے کہ اس میں دوسروں کی مجبوریوں سے نائدہ اٹھا کر محض اپنی ذاتی منفعت کے حصول کا جذبہ ہے۔ ان تمام نظائر کو پیش رکھنے کے بعد تجارتی معاملات اور بیع و شراء اور تبادلہ اشیا کے بارے میں شریعت اسلامی کا جو مزاج معلوم ہوتا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ بازاری قیمت سے زائد ثمن پر اُدھار فروخت کہ نامزاج شریعت کے خلاف ہے۔ خلافِ مروت ہے اور اسلامی اخلاق سے بعید ہے اس لیے مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔ اور اگر ربوہ کی مضرتوں سے معاشرے کو بچانے

۱۔ بیع بعینہ سے مراد ہے کسی چیز کو اس کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر اُدھار بیچنا، اس کی منافعت کے لیے ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب البیوع باب النہی عن بیع بعینہ
۲۔ محاذ سے یہ مراد ہے کہ فصل کو پوری طرح تیار ہونے سے پہلے غلے کے بدلے میں فروخت کر دیا جائے۔

۳۔ مزابنہ سے یہ مراد ہے کہ درختوں پر کچی کھجوریں پکی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں فروخت کر دی جائیں۔

۴۔ ذخیرہ اندوزی۔

کے لیے تحریم ربوا کا قانون نافذ کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ لئذریعہ کے طور پر ان تمام مضر نوں سے بچانے کے لیے تجارتی کاروبار میں اس کو بھی مکروہ و ناپسندیدہ اور قابل ترک قرار دینا ہوگا ورنہ تمام سود خوار اسی سود خوارانہ ذہنیت کے ساتھ سودی کاروبار کے بجائے اسی کو اختیار کریں گے۔ اور اس حیلہ جواز کی آڑ میں وسیع پیمانے پر غریبوں اور ناداروں کا استحصال کریں گے۔ کیونکہ ہر ایسی زیادتی کا اثر آخر کار صارفین پر پڑتا ہے۔ اس کو بلاشبہ جائز و قابل عمل قرار دینے کے بعد کمرشل انٹر سٹ (تجارتی سود) کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ جو لوگ تجارتی سود کو ربوا سے نکال کر اس کے جواز کے درپے ہیں۔ وہ تو یہ مغالطہ انگیزی کرتے ہیں کہ ایک کارخانے کا مالک اگر بنک سے کارخانہ چلانے اور مصنوعات تیار کرنے کے لیے ۴ فیصد سالانہ سود پر رقم لیتا ہے تو وہ اس رقم سے سال میں تیس چالیس فی صد کماتا ہے، وہ سودی رقم لے کر بھی فائدے میں رہتا ہے۔ مگر ہم اس کو بھی ربوا حقیقی قرار دے کر حرام مانتے ہیں۔ اور اس کی بہت سی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ درحقیقت یہ کارخانہ دار غریب صارفین پر ۴ فیصد کا بوجھ ڈالتا ہے اور بنک کو وہ ۴ فیصد غریبوں سے چھین کر دے رہا ہے۔ یہ غریب صارفین کا خون ۴ فیصدی مہنگا سودا بیچ کر چھوڑتا اور بنک کے حوالے کرتا ہے تو اسی طرح ایک تاجر بازاری قیمت سے دس فیصد مہنگا سودا اُدھار پر خرید کر آگے فروخت کرتا ہے تو یہ دس فیصدی صارفین سے وصول کر کے اس بائع کو دے رہا ہے۔ تو اگر تجارتی کاروبار میں یہ بلا کھٹکے جائز طور پر رائج ہو جائے تو بڑے بڑے سرمایہ دار جو اُدھار دے سکتے ہیں۔ وہ قرضوں کی طرح سامان تجارت سود کے تناسب سے زائد من پسند فروخت کرنا شروع کر دیں گے جس کا ایک نقصان تو یہ ہوگا کہ جو اُدھار نہ دے سکتے ہوں ان کا کاروبار ختم ہو جائے گا۔ اور دوسری طرف صارفین سے وہ زائد من جمع کر کے یہ چھوٹے تاجر ایک بڑے تاجر کو پہنچا کر دیں گے اور چند مخصوص لوگوں کی پوری اجارہ داری پوری تجارت پر قائم ہو جائے گی۔ اس لیے معاشی توازن برقرار رکھنے کے لیے اس امر کو نہ کہ کرنا ضروری ہے۔

اس سے انکار نہیں ہے کہ بعض فقہاء کرام نے اس کو جائز قرار دیا ہے، مگر اہل علم جانتے ہیں کہ نفس جواز منافی کراہت نہیں۔ نیز ان کے قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کسی بائع نے

بقول اقبال؟

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کالاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

معاشرہ میں فطری اور طبعی معاشی توازن قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس قسم کے معاملات بیع و شراک ترک کر دیا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے سود کے خلاف بورپورٹ مرتب کر کے پیش کر دی تھی اس میں ادھار پر مہنگا فروخت کرنے کو مکروہ قرار دے کر لکھا تھا کہ چونکہ ربوہ جو قطعی حرام ہے اس سے بچنے کے لیے عبوری طور پر اس کو اگر اختیار کیا جائے تو مشارکہ مضاربہ کے نظام کو پوری طرح کامیاب ہونے سے قبل اس کی گنجائش ہے، مگر دیکھا گیا ہے کہ اس عبوری گنجائش کی آڑ میں بلا سودی نظام کے نام سے وہی سودی کاروبار جاری رکھا گیا اور سود سے بچنے والے کتنے دیندار و پرہیزگار لوگ بھی نادانستہ سودی کاروبار میں شامل ہو گئے اس لیے ایک ایسے معاشی نظام کو جو مادہ پرست مغرب کی تقلید میں ڈیڑھ دو سو برس سے ملک میں چلایا جا رہا ہے۔ اس کے چلانے والوں کا ذہن ربوہ ہی سے مانوس ہے۔ اُن کی ساری تعلیم و تربیت ایسی ہوتی ہے کہ اُن کی طبیعتوں میں ربوہ سے کوئی نفرت نہیں ہے اور ان میں سے بہت بڑا طبقہ اب تک بنکوں کے تجارتی سود کو ربوہ میں شامل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اگر جواز کی یہ کھڑکی ہوا خوری کے ارادے سے کھولنے دی گئی تو یقیناً وہ اس کو بہت بڑا مچا ملک بنادیں گے۔ اور جب بنکوں میں تمام تجارتی اداروں اور سرمایہ داروں کے تمام اڈوں میں یہ صورت بیع و شراء شروع ہو اور ہر چیز بلا کھٹکے ادھار پر بازاری قیمت سے زائد قیمت پر فروخت ہونے لگے تو اس کے نتیجے میں وہ تمام مفاسد اور معاشی خرابیاں اُسی طرح رونما ہوں گی جو سود کی وجہ سے رونما ہو رہی ہیں۔ تب ضروریہ تاثر قائم ہوگا کہ اسلام کے معاشی نظام نے اور بلا سود کاروبار نے بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ اُن خرابیوں کا ازالہ نہیں کیا جو سودی نظام سے پیدا ہو رہی تھیں، بلکہ ان میں کچھ اضافہ ہوا۔ کیونکہ اب بھی بہت سے لوگ سود کو حرام سمجھ کر سودی کاروبار سے بچتے ہیں۔ صرف سودی کاروبار کرنے والے حلقے کی طرف سے خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ پھر جب ملک کے سارے مسلمان اس کو جائز کاروبار تجارت سمجھ کر سب کے سب اس کو عملی اختیار کریں گے اور اس کو جائز

نفع اندوزی قرار دے کر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کریں گے تو حلقہ وسیع ہوگا۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے اور دوسروں کو بھی غلط فہمی میں ڈال رہے ہیں کہ جس معاملہ میں قطعی سود نہ ہو جس پر بلا حقیقی کی تعریف صادق نہ آتی ہو، قرض پر اضافہ نہ ہو، بلکہ معاملہ کی صورت بیع کی ہو، اشیاء کا باہمی تبادلہ ہو تو اس میں اگر اس قسم کی زیادتی ہو جائے اور زیادہ ستانی پائی جاتی ہو تو وہ جائز اور حلال ہے اور اس لیے کہ یہ قرض کی صورت میں نہیں، بلکہ بیع کی صورت میں ہے اور اَحَلَّ اللہُ الْبَيْعَ آیت قرآنی کی رو سے بیع حلال ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حیلہ گری اور لفظی ہیر پھیر سے بیع کی بہت سی صورتیں شرعاً جائز قرار نہیں دی جاسکتیں اور ناجائز صورتوں کو جائز و حلال نہیں کہا جاسکتا۔ اَحَلَّ اللہُ الْبَيْعَ میں تو خرید و فروخت کی صرف وہ صورتیں حلال قرار دی گئی ہیں۔ جو بالظہر ربوا کے بالمقابل ہوں۔ اور ان میں ربوا کا کوئی شائبہ نہ ہو، ان میں

ایک ہزار سال نامہ رین فرماتے ہیں کہ بیع بجلتے خود ایک حیلہ ہے جسے خود خدا نے بندوں کی سہولت کے لیے جائز کیا ہے (جیسے کہ فرمایا (احلَّ اللہُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا) سولین دین کی جس صورت کو بھی بیع کی شکل دے دی جائے۔ وہ گویا حیلہ شرعی سے گذر کر پاک صاف ہوگئی۔ حالانکہ بیع اور لین دین کے تمام قواعد و اطوار سے فوق الفوق وہ اعلیٰ تر قانون الہی ہے جس نے ربوا کی ہر شکل کو صریحاً حرام اور ریبہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

دوسری ضروری بات یہ سامنے رکھنی چاہیے کہ حیلہ کسی وقتی اور جزئی امر کے لیے ہوتا ہے تاکہ کسی خاص مشکل صورت کا حل نکلے، نہ کہ ایک جامع مستقل اصول و قانون کی حیثیت سے مسلسل نافذ رہتا ہے۔ ورنہ اس مثال کو سامنے رکھیں تو پھر نکاح بھی ایک حیلہ ہے اور اسلام کا نظام بمع و طاعت بھی ایک حیلہ ہے اور عدالت و قضائے بھی ایک حیلہ ہے اور جہاد بھی ایک حیلہ ہے۔ پھر سارا دین اور ساری شریعت ایک لفظ حیلہ میں سمٹ آئے گی۔

آپ سودی نوعیت کے امانتے کو جائز کرنے کے لیے بیع کی ایک غیر عقلی اور مضحکہ خیز صورت کو ایجاد کرتے ہیں اور پھر اسے بکننگ کے مستقل کاروبار کی روح بنانا چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی اسلامی حیلہ کے نام سے۔ استغفر اللہ! (مدرب)

ربوہ والی ذہنیت نہ ہو، معاشرہ میں ربوہ والے بُرے نتائج پیدا کرنے والی نہ ہوں۔ ربوہ الفضل یا ربوہ حکمی کی جتنی بھی صورتیں ہیں اور احادیث صحیحہ کی رو سے ممنوع ہیں۔ وہ صرف قرض کی نہیں، بلکہ بیع کی صورتیں ہیں اور بیع والی ان صورتوں کو "ربوہ" فرمایا گیا ہے۔ عمدہ کھجوروں اور ردی کھجوروں کا باہمی تبادلہ بیع ہی تو ہے، مگر ایک طرف کیل یا وزن میں زیادتی ہو تو ارشادِ نبویؐ کے مطابق وہ ربوہ ہے۔ مزابنہ اور محافلہ تو بیع ہی کی صورتیں ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ بیع ہی کے نام سے جتنے بھی ایسے حیلے اختیار کیے جائیں جن میں وہی ربوہ والی ذہنیت کا فرما ہو۔ وہی زیادہ ستانی کا مذبذبا یا جاتا ہو خواہ اس کو سود نہ کہا جاسکے، لیکن وہ سب بیع و شرائط کی وہ صورتیں ہوں گی جو شرعاً ممنوع ہیں۔ ہر وہ عین دین جو سود کی تعریف میں آکر سودی کاروبار نہ ہو۔ تو یہ کہنا تو صحیح ہو گا کہ یہ سود نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہنا کہ پھر جائزہ اور حلال ہے اور یہ اسلامی ہے صحیح بات نہیں ہے۔ ہر عقل مند اور ذرا بھی سوجھ بوجھ رکھنے والے کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی۔ اور غیر مسلم تو اس کو شرعی جائزہ مسئلہ قرار دینے پر اسلام کا مذاق اڑائیں گے۔ جب کہ یہ کہا جائے کہ سو روپے کا کسی نوٹ اگر آپ کسی کو قرض کے طور پر دے کر اس کے عوض میں سال کے بعد اس سے ایک نوٹ سوکا اور دو نوٹ دس دس کے لے لیں۔ اس پر تو ہر کوئی کہے گا کہ یہ سود ہے، ایسا ہرگز جائز نہیں۔ تب آپ فرماتے ہیں کہ بہر حال میں چاہتا تو یہ ہوں کہ سال کے بعد مجھے ایک سو کے ضرور ایک سو بیس مل جائیں۔ تو آپ کو بتایا جائے گا کہ پھر آپ یہ کریں کہ سو روپے کا نوٹ اس شخص کے ہاتھ سال کے وعدے پر فروخت کریں اور اس کا ثمن ایک سو بیس روپے مقرر کریں۔ تو یہ سوکا نوٹ ادھار کے طور پر ایک سو روپیہ کے نوٹ اور دو دس دس کے نوٹوں کے بدلے فروخت کرنا جائز ہے، حلال ہے، شیر مادر ہے، کیونکہ یہ قرض دے کر سود نہیں لیا، بلکہ نوٹ فروخت کر کے زیادہ روپیہ لیا ہے۔ اصولی بات یہ ہے کہ کسی حرام کے ارتکاب کے لیے بہ ظاہر لفظی ہیر پھیر سے کوئی جائزہ نظر آنے والا حیلہ اختیار کیا جائے اور حرام کے ارتکاب کی وہی ذہنیت محرک اور کارفرما ہو تو یہ حیلہ سازی اسلامی شریعت میں جائز نہیں ہے اور بیع مؤجل کے عنوان سے جس قسم کے کاروبار کو وسیع پیمانے پر جاری رکھنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے اس کی یہی نوعیت ہے۔ واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل۔